14

ہمیں اپنے آدمی قربانی کے تنور میں پتوں کی طرح جھونکنے پڑیں گے

(فرمودہ 26 /اپریل 1946ء)

تشہد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"جب قوموں میں تنزل واقع ہو جاتا ہے، جب قوموں پر جہالت غالب آ جاتی ہے، جب قوموں کے دلوں سے دین کی محبت چلی جاتی ہے تو اس وقت ان کی حالت اپنی پہلی حالت سے بالکل مختلف ہو جاتی ہے اور کامیابی کے سامان اور کامیابی کے ذرائع دور سے دور تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جیسے مُٹھی میں سے ریت نکلتی چلی جاتی ہے اس طرح بامراد ہونا اور مظفر و منصور ہونا ان کے ہاتھوں سے نکلتا چلا جاتا ہے۔ اور جب خدا تعالیٰ کسی قوم کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے، جب وہ اس کے حوصلوں کو بلند کر دیتا ہے اور جب وہ اس کے ایمان کو مضبوط کر دیتا ہے تو اس قوم میں صحیح قربانی اور صحیح قسم کا ایثار پیدا ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ دن بدن اپنے کاموں میں ترقی کرتی جاتی ہے۔ یہ ایک قانون ہے جو ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور ہمیشہ تک جاری رہے گا۔ خدا تعالیٰ کی سنتیں کبھی بدلا نہیں کرتیں۔ اور خدا تعالیٰ جس امر کا فیصلہ اپنے قانونِ قدرت کے مطابق کرتا ہے وہ آخر تک اسی طرح چلتا چلا جاتا ہے۔

تُرک ایک بہادر قوم مشہور ہے اور بڑے بڑے کارہائے نمایاں اس نے اپنے وقت میں دنیا میں کئے ہیں لیکن پیچھے ایک ایسا زمانہ اس قوم پر آیا کہ اس کی ہمتیں سُست پڑ گئیں اور

اس کے بڑے افراد میں قربانی اور ایثار کا مادہ نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈینیوب دریا1 کے کناروں اور یورال2 کے کناروں اور بحیرۂ ہند کے کناروں سے سمٹتے سمٹتے وہ ایک چھوٹی سی حکومت رہ گئی۔ اس کے کام کرنے والوں کے اندر سے دیانت اور امانت دونوں مٹ گئے اور اس کے بڑے آدمیوں میں سے قربانی اور ایثار کے نشان محو ہو گئے۔ جب کوئی قوم دنیا کی طرف جاتی ہے تو اگر اس کے اندر دین کی بنیاد ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ اس سے دنیا بھی چھین لیتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک قوم سچے دین کی خدمت کے لئے مقرر کی گئی ہو اور وہ اپنے فرائض میں سُستی کرے اور دین کی بجائے دنیا کی طرف مائل ہو جائے تو پھر خدا تعالیٰ اس کے پاس دنیا بھی رہنے دے۔ جو اقوام بے دین ہیں اور جن کو روحانیت کے ساتھ کوئی وابستگی نہیں وہ بے شک دنیوی ذرائع سے ترقی کرتی جاتی ہیں لیکن جن قوموں کو خدا تعالیٰ نے دین کی خدمت سپرد کی ہوتی ہے وہ کبھی دُنیوی ذرائع سے ترقی نہیں کرتیں۔ وہ جب بھی دین کو چھوڑ کر دنیا کی طرف مائل ہو جاتی ہیں خدا تعالیٰ ان کی دنیا بھی چھین لیتا ہے۔ مسلمانوں سے یہی ہوا۔ عام طور پر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ آخر کیا وجہ ہے کہ یورپ ترقی کر رہا ہے اور کوئی شخص نہیں کہتا کہ چونکہ اس نے مذہب چھوڑ دیا ہے اس لئے اس پر تنزل آنا چاہیئے۔ ہندو قوم مال اور صنعت و حرفت میں ترقی کر رہی ہے اور کوئی شخص نہیں کہتا کہ چونکہ اس قوم نے دین چھوڑا ہوا ہے اس لئے اس پر تنزل اور ادبار آنا چاہیئے۔ اسی طرح شنٹو ازم کو ماننے والے جاپانی ترقی کر کے کتنا اونچا نکل گئے تھے۔ اب حماقت اور بے وقوفی سے زبردست قوموں سے ٹکراؤ کر کے انہوں نے اپنی ہلاکت کا سامان کر لیا ورنہ اس طرح جلدی جلدی وہ ترقی کے راستہ پر قدم زن ہو رہے تھے کہ دنیا انہیں دیکھ کر حیران تھی۔ حالانکہ شنٹو ازم کوئی سچا مذہب نہیں۔ مُردوں کی روحوں کو پُوجنا بھلا کونسی عقلمندی پر دلالت کرتا ہے مگر وہ قوم دنیوی امور میں عقلمند ہونے کے باوجود دین کے معاملہ میں اس قدر جاہل تھی کہ جس طرح یورپ سے لوگ خدا کے ایک بندے اور عورت سے پیدا ہونے والے انسان کو خدا کہتے ہیں اسی طرح جاپانی ایک بندے کو خدا بنا بیٹھے اور مُردوں کی ارواح کو پُوجتے تھے۔ اگر خدا تعالیٰ کو چھوڑ دینے کے نتیجہ میں دنیا میں بھی تباہی واقع ہو جاتی ہے تو چاہیئے تھا کہ جاپانی قوم پر وبال آتا اور وہ ترقی نہ کرتی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ

جاپانی قوم برابر ترقی کرتی چلی گئی تھی۔ اسی طرح یہودی لوگ دین سے بالکل بے بہرہ ہو چکے ہیں لیکن باوجود اس کے وہ دنیا میں اتنی ترقی کر چکے ہیں کہ مالیات کا صیغہ اب یہودیوں کے ہاتھ میں ہی ہے۔ دنیا میں بظاہر انگلستان، امریکہ، فرانس، جرمنی اور اٹلی وغیرہ حکومتیں کر رہے تھے مگر دراصل مالیات کے ذریعہ یہودی دنیا میں حکومت کر رہے تھے اور ان کی اس حکومت کو دیکھ کر ہی ہٹلر اور مسولینی نے یہودیوں کو تباہ کرنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ باوجود اس کے کہ ظاہری طور پر ہم بادشاہ ہیں درحقیقت بادشاہت ان کے اختیار میں ہے اور وہ جس طرف چاہتے ہیں تجارت کو مروڑ دیتے ہیں، جس طرف چاہتے ہیں صنعت و حرفت کو مروڑ دیتے ہیں، جس طرف چاہتے ہیں علوم و فنون کو مروڑ دیتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں سیاسیات پر اثر ڈال کر مالیات کو مروڑ دیتے ہیں۔ اس لئے اس قوم کو اپنے ملک سے نابود کر دینا چاہئے۔ پس باوجود اس کے کہ دین کو انہوں نے چھوڑ دیا تھا پھر بھی دنیوی لحاظ سے ان کو بہت بڑی عظمت حاصل ہوئی۔ ان مثالوں کی وجہ سے قدرتی طور پر اور جائز طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر دنیوی کوششوں کے ذریعہ عیسائی ترقی کر سکتے ہیں۔ اگر دنیوی کوششوں کے ذریعہ یہودی ترقی کر سکتے ہیں، اگر مذہب چھوڑنے کے باوجود ہندو مذہب ترقی کر سکتا ہے، اگر مذہب چھوڑنے کے باوجود شنٹو ازم ترقی کر سکتا ہے تو مذہب چھوڑنے کے باوجود مسلمان کیوں ترقی نہیں کر سکتے؟ اس سوال کا ایک ہی جواب ہے کہ ان مذاہب سے خدا پہلے ہی دُور ہو چکا ہے۔ جس گھر کو خدا تعالیٰ نے چھوڑ دیا ہے اگر وہ ویران ہوتا ہے تو اس پر خفا ہونے کی کوئی وجہ نہیں لیکن جس گھر میں خدا بَستا ہے اگر اس گھر کو کوئی قوم ویران کرے گی تو یقیناً خدا اس سے ناراض ہو گا۔ جس مذہب سے خدا امٹ گیا اس کی مثال بالکل اس ملازم کی سی ہے جس نے اپنے آقا کی ملازمت کو ترک کر دیا ہو۔ وہ شخص جس نے نوکری چھوڑ دی ہے اس کے کاموں میں غفلت واقع ہونے سے آقا ناراض نہیں ہوتا۔ لیکن جو شخص نوکر ہے اگر وہ اپنے کاموں میں غفلت برتتا ہے تو اس کا آقا اس پر ضرور ناراض ہوتا ہے۔ پس مسلمانوں کی دنیوی حالت اس لئے بگڑی کہ انہوں نے خدا کو چھوڑ دیا۔ باوجود اس کے کہ وہ ایک سچے مذہب کے حامل تھے۔

یہی حالت اب احمدیوں کی ہے۔ اس وقت احمدیہ جماعت کو اللہ تعالیٰ نے ایک سچے مذہب کا

حامل بنایا ہے۔ اگر ہماری جماعت کے افراد دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ دین کے حامل نہیں ہوں گے تو خدا تعالیٰ احمدیوں کے ساتھ بھی وہی سلوک کرے گا جو ایک بادشاہ اپنے باغیوں کے ساتھ کیا کرتا ہے۔

مَیں متواتر اور بار بار جماعت کو توجہ دلا رہا ہوں کہ ہمارے تبلیغی ادارے کمزور ہو رہے ہیں اور تبلیغ کی وسعت جو ہمارے ذمہ لگائی گئی ہے اس کا اندازہ اتنا زیادہ ہے کہ اس کے لئے ہمیں اپنے آدمیوں کو قربانی کے تنور میں اس طرح جھونکنا پڑے گا جس طرح بھٹی والا اپنی بھٹی میں پتّے جھونکتا ہے۔ مگر باوجود اس کے مَیں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں پوری طرح بیداری پیدا نہیں ہو رہی۔ مَیں مایوس تو نہیں کیونکہ ہر چیز آہستہ آہستہ آتی ہے لیکن مَیں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ جماعت کی سُستی کی وجہ سے ہمارے کاموں کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ مَیں نے پچھلے سال جماعت کو مدرسہ احمدیہ میں داخلہ کی طرف توجہ دلائی تھی اور کہا تھا کہ اگر تم اپنے لڑکوں کو اس مدرسہ میں داخل نہیں کرو گے تو آخر اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کے لئے ہم کہاں سے مبلغ لائیں گے۔ اُس سال خدا تعالیٰ نے جماعت کو توفیق عطا فرمائی اور چالیس کے قریب لڑکے مدرسہ احمدیہ کی پہلی جماعت میں داخل ہوئے لیکن آج جب مَیں نے پتہ لیا تو معلوم ہوا کہ اس سال صرف چھ لڑکے داخل ہوئے ہیں اور چونکہ کچھ لڑکے بعد میں نکل بھی جاتے ہیں اس لئے اس کے معنے یہ ہوں گے کہ قریباً قریباً اس جماعت کا بند کر دینا زیادہ اچھا ہے بہ نسبت اس کو جاری رکھنے کے۔ کیونکہ دو تین لڑکوں کے لئے کسی سکول یا جماعت کے کھولنے کے کوئی معنے ہی نہیں ہو سکتے۔ لیکن دوسری طرف یہ حالت ہے کہ جماعتیں ہم سے آدمی ضرور مانگتی ہیں۔ جب بھی کوئی شخص ملتا ہے یہی کہتا ہے کہ یہاں کے ناظر بڑے سُست ہیں، انجمن بڑی سُست ہے۔ ہم چِٹھیاں لکھتے رہتے ہیں لیکن ہماری طرف کوئی آدمی نہیں بھیجتے۔ مَیں حیران ہوں کہ ایسے لوگوں کے دماغ میں کوئی فتور ہے یا روحانیت کی کمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا ہے کہ اتنی موٹی بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر ہم اپنے لڑکے نہیں بھجوائیں گے تو وہ لوگ مبلغ کہاں سے بھیجیں گے۔

کئی احمقوں کو مَیں نے دیکھا ہے وہ لٹھ لے کر عورت کو مارنا شروع کر دیتے ہیں اور

کہتے ہیں کہ تُو نے روٹی کیوں نہیں پکائی؟ حالانکہ وہ گھر میں آٹا ہی نہیں لائے ہوتے۔ وہ غصہ میں مار مار کر اس کا بھرکس نکال دیتے ہیں لیکن انہیں یہ خیال ہی نہیں آتا کہ آٹا تو ہم نے لا کر نہیں دیا۔ یا اوپلے تو ہم نے لا کر نہیں دیئے اور مطالبہ یہ کر رہے ہیں کہ ہمارے لئے روٹی کیوں تیار نہیں کی گئی۔ یا مثلاً کسی چیز میں میٹھا کم ہو تو وہ اپنی بیوی سے لڑنے لگ جائیں گے حالانکہ واقع یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو پیسے ہی نہیں دیئے ہوتے کہ وہ ان سے میٹھا خرید سکتی۔ یہی حال اس وقت جماعت کا نظر آتا ہے۔ ہر فردِ بشر شور مچا رہا ہے کہ ہائے ہمیں مولوی نہیں بھیجتے، ہمیں مولوی نہیں بھیجتے حالانکہ الزام ان پر آتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دین کی بجائے دنیا کی طرف بھیجتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہمیں مولوی بھیجو، ہمیں مولوی بھیجو۔ ہم اگر ہندوؤں کو نوکر رکھنا شروع کر دیں اور ان کا نام مولوی رکھ دیں تو ایسے لوگ ہمیں کئی مل جائیں گے۔ ہر قوم میں ایسے لوگ ہیں کہ اگر چالیس پچاس روپے ان کو دے دیئے جائیں تو وہ غیر مذہب کی ملازمت کے لئے بھی تیار ہو جائیں گے۔ کئی ہندو ہیں جو اس معاوضہ پر کام کرنے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں۔ لیکن کیا تم اس بات پر خوش ہو سکتے ہو کہ تمہاری طرف ہندو مبلغ بھجوا دیئے جائیں۔ اگر تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہاری طرف ہندو بھجوائے جائیں، اگر تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہاری طرف چُوڑھے بھجوا دیئے جائیں، اگر تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہاری طرف بھنگی بھجوائے جائیں، اگر تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہاری طرف سانسی بھجوائے جائیں، اگر تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہاری طرف عیسائی مبلغ بھجوائے جائیں تو بڑے شوق سے اپنے لڑکے دین کی تعلیم کے لئے نہ بھجواؤ اور کہہ دو کہ کسی مذہب و قوم کا آدمی ہو، اس کا نام مبلغ رکھ کر ہمیں بھجوا دو۔ لیکن اگر تمہاری مراد مبلغ سے ایک احمدی مبلغ ہے، اگر تمہاری مراد مبلغ سے ایک مسلمان مبلغ ہے، اگر تمہاری مراد مبلغ سے ایک علمِ دین پڑھا ہوا انسان ہے تو وہ لوگ نہیں آسکتے جب تک تم اپنے بیٹوں کو اس طرف نہیں بھجواتے۔ ہر دفعہ جو تم شکایت کرو گے اس کے یہ معنے ہوں گے کہ تم عقل کا منہ چِڑا رہے ہو اور ہر دفعہ جو تم شکایت کرو گے اس کے معنے یہ ہوں گے کہ تم حقائق سے آنکھیں بند کر رہے ہو کیونکہ مبلغ لڑکوں سے ہی تیار ہو سکتے ہیں۔ جب تک کوئی جماعت اپنے لڑکے دین کی خدمت کے لئے دینے کو تیار نہیں اس وقت تک

اس جماعت کو یہ حق بھی حاصل نہیں کہ وہ ہم سے مبلغ مانگے۔ مگر آخر کب تک یہ سلسلہ چلتا چلا جائے گا۔ کب تک ہم جماعت کو بیدار کرتے جائیں گے اور وہ خاموش بیٹھی رہے گی۔ یہ مثال تو وہی ہو گئی ہے جیسے غالب نے کہا کہ ۔

ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائیں گے کیا

ایک شخص حالِ دل سنائے چلا جاتا ہے اور دوسرا کہتا ہے کیا کہا؟ وہ پھر اپنا حال سنانا شروع کر دیتا ہے اور آدھ گھنٹہ ضائع کر دیتا ہے مگر دوسرا اس آدھ گھنٹہ میں بھی اِدھر اُدھر متوجہ رہتا ہے اور جب وہ خاموش ہوتا ہے تو کہتا ہے اچھا آپ نے کیا کہا؟ یہ کوئی ایسی بات نہیں جسے ہماری جماعت کے لوگ سمجھ نہ سکتے ہوں کہ اگر تم اپنے بیٹوں کو مدرسہ احمدیہ میں نہیں بھیجتے تو تمہیں سلسلہ کی طرف سے مبلغ بھی نہیں مل سکتے۔ تمہارے ہی بیٹے ہیں جو مبلغ بن سکتے ہیں۔ عیسائیوں کے بیٹے اسلام کے مبلغ نہیں بن سکتے، ہندوؤں کے بیٹے اسلام کے مبلغ نہیں بن سکتے، سکھوں کے بیٹے اسلام کے مبلغ نہیں بن سکتے۔ اور اگر تمہارے بیٹے بھی دنیوی کاموں کے لئے وقف رہیں گے تو پھر اسلام کا خانہ بالکل خالی ہے۔ پھر ہم سے مبلغ بھی مت مانگو بلکہ کہو کہ دین کا دروازہ ہم نے اپنے اوپر بند کر لیا ہے۔ یہ کیوں کہتے ہو کہ مبلغ دو، مبلغ دو۔ یہ چیز اتنی انتہاء درجہ خلافِ عقل ہے کہ مَیں حیران ہوں وہ کونسا ذریعہ ہے جس سے مَیں جماعت کو سمجھاؤں۔ سوتے کو جگانا آسان ہوتا ہے لیکن جاگتے ہوئے کو جگانا ناممکن ہوتا ہے۔ اگر تم واقع میں سوئے ہوئے ہوتے تو میرے وعظ اور نصیحت سے کبھی کے جاگ چکے ہوتے لیکن تم تو جاگتے ہوئے مچلے بن رہے ہو۔ اب میرے پاس کونسا ذریعہ ہے جس سے مَیں مچلے کو جگا سکوں۔ مچلے کو جگانے کی کسی انسان میں طاقت نہیں ہوتی بلکہ مچلے کو تو خدا بھی نہیں جگاتا۔ آخر خدا تعالیٰ نے ابو بکرؓ کو ہدایت دی، ابو جہل کو نہیں دی۔ عمرؓ کو ہدایت دی، عتبہ کو نہیں دی۔ عثمانؓ کو ہدایت دی، شیبہ کو نہیں دی۔ علیؓ کو ہدایت دی، ولید کو نہیں دی۔ جب تک تم میں یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ دین کی بھی کوئی قیمت ہے، جب تک تمہارے نزدیک خدا تعالیٰ کے کلام کے معنے کرنے کی کوئی قیمت نہیں۔ لیکن اگر تمہارا بیٹا چاندی کا چمکتا ہوا روپیہ تمہارے پاس لے آئے تو تم خوش ہوتے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ حقیقی چیز ہے جو ہمارے بیٹے نے کمائی ہے

تب تک تم سے دین کی خدمت کی امید رکھنا عبث اور فضول ہے۔

حضرت خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے کہ ایک مولوی کے متعلق بعض دوستوں نے میرے پاس شکایت کی کہ وہ آپ کے بڑے دوست ہیں اور آپ ان کی تعریفیں کرتے رہتے ہیں لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے ایک لڑکی کی شادی پر شادی کر دی ہے۔ آپ فرماتے تھے مَیں نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے، ضرور کوئی غلط فہمی ہو گی۔ چنانچہ جب وہ ملنے کے لئے آئے تو مَیں نے ان سے کہا مولوی صاحب! مجھے آپ پر بڑی حُسنِ ظنی ہے لیکن مجھے آپ کی نسبت ایک شکایت پہنچی ہے جو مَیں بیان کر دیتا ہوں۔ مَیں سمجھتا یہی ہوں کہ یہ شکایت غلط ہو گی۔ وہ شکایت مجھے یہ پہنچی ہے کہ کسی شخص نے آپ کے متعلق یہ افتراء کیا ہے کہ آپ نے ایک لڑکی کی شادی پر شادی کر دی ہے۔ وہ کہنے لگے مولوی صاحب! پہلے ساری بات مجھ سے پوچھ لیں پھر کوئی بات کریں۔ مجھے اس کی بات سے شبہ پڑا کہ چونکہ مُلّا آدمی ہے کوئی غلطی کر بیٹھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے زمینداروں نے مارا پیٹا ہو گا یا ڈنڈے لے کر کھڑے ہو گئے ہوں گے کہ یہ نکاح پڑھو ورنہ ابھی تمہاری گردن توڑ دیں گے۔ چنانچہ مَیں نے کہا۔ آخر ہوا کیا کچھ فرمایئے! تاکہ مجھے بھی پتہ لگے کہ آپ کو کیا حالات پیش آئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا۔ مولوی صاحب آپ ہی سوچئے جب انہوں نے چڑیا جتنا سفید روپیہ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا تو مَیں کیا کرتا۔ گویا کتنا بڑا ظلم ہے کہ لوگ میری شکایت کرتے ہیں حالانکہ جب انہوں نے ایک چمکتا ہوا روپیہ میرے سامنے لا کر رکھ دیا تو اس کے بعد یہ ہو کس طرح سکتا تھا کہ مَیں اپنے ایمان کو بچا لیتا۔ ایک طرف خدا تعالیٰ تھا اور ایک طرف روپیہ۔ اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہ روپیہ کے سامنے خدا تعالیٰ کی کیا حقیقت ہے کہ روپیہ کو تو چھوڑ دیا جاتا اور خدا تعالیٰ کو نہ چھوڑا جاتا۔ اسی طرح ہماری جماعت کا ایک حصہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر ان کا بیٹا چمکتا ہوا روپیہ کما کر لاتا ہے تو اس کے مقابلہ میں دین کی تبلیغ اور اسلام کے بچاؤ کا کام کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا۔ ہم اپنے بیٹے کو ایسے لغو کام پر کس طرح لگا سکتے ہیں کہ وہ ساری عمر لوگوں کو قرآن پڑھاتا اور بُھولے بھٹکوں کو دین کی طرف بلاتا رہے۔ ہم اسے کسی ایسے کام پر کیوں نہ لگائیں جس سے وہ چمکتا ہوا روپیہ ہمارے پاس لائے۔

شاید تم میں سے ہر شخص حضرت خلیفہ اول کی مثال سُن کر مسکرا دیتا ہو گا کہ وہ شخص کیسا احمق تھا جس نے کہا کہ جب لوگوں نے چڑیا جتنا روپیہ میرے سامنے لا کر رکھ دیا تو مَیں کیا کرتا۔ مگر تم اپنے نفسوں میں غور کرو اور سوچو کیا تمہیں محسوس نہیں ہوتا کہ یہی کام تم بھی کر رہے ہو۔ ہر وہ شخص جو اپنی اولاد میں سے ایک حصہ کو دین کی طرف نہیں بھیجتا وہ گویا چڑیا جتنے روپیہ کو محمد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے احکام اور آپ کی تعلیم پر مقدم سمجھتا ہے اور اس کی مثال وہی ہے جیسے کہ کسی شاعر نے کہا کہ۔

عجب طرح کی ہوئی فراغت گدھوں پہ ڈالا جو بار اپنا

گویا دین کا کام ایسا ہے جو گدھوں پر ڈال دینا چاہئے۔ اور ان کا کام یہ ہے کہ وہ اس بوجھ کو گدھوں پر لاد کر خود دنیا کے کاموں میں مشغول ہو جائیں اور کہیں کہ۔

عجب طرح کی ہوئی فراغت گدھوں پہ ڈالا جو بار اپنا

یاد رکھو! اگر تم خدا تعالیٰ کے سامنے منہ دکھانے کے قابل بن کر جانا چاہتے ہو، اگر تم نہیں چاہتے کہ قیامت کے دن تمہارے چہروں پر کول تار3 (Coaltar) مَلا جائے، اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہیں ذلت اور نامرادی کا منہ دیکھنا پڑے اور اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہیں قیامت کے دن تمام اگلی اور پچھلی نسلوں میں شرمندہ اور ذلیل ہونا پڑے تو تمہیں اپنی ذمہ داریوں کو جلد سے جلد سمجھنا چاہئے اور دین کی حفاظت کے لئے اپنی نسلوں کو پیش کرنا چاہئے۔

یہ مت خیال کرو کہ مَیں یا کوئی اَور عقلمند یہ سمجھ لے گا کہ تم جو اپنے بچوں کو دین کی خدمت کے لئے پیش نہیں کرتے۔ اگر کسی وقت جہاد کا زمانہ آ گیا تو تم اپنے بچوں کو فوراً اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں دینے کے لئے پیش کر دو گے۔ ہم یہی سمجھتے ہیں کہ ایسے لوگ یقیناً اس وقت بھگوڑوں میں سے ہوں گے اور سب سے پہلے میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگ جائیں گے کیونکہ جو شخص چھوٹی قربانی نہیں کر سکتا وہ کبھی بڑی قربانی نہیں کر سکتا۔ آخر مبلغ مارا نہیں جاتا، اسے ایسی تکلیفیں نہیں پہنچتیں جیسے جہاد میں پہنچتی ہیں۔ پھر جو لوگ ان تکالیف کو برداشت نہیں کر سکتے جو لوگ یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ سو کی بجائے چالیس میں ان کے بیٹے گزارہ کریں جو لوگ یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ اپنے بیٹوں کو تجارت کی بجائے تبلیغ پر لگائیں

ان سے یہ کیونکر امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو آگ میں جھونکنے کے لئے تیار ہوں گے۔ ہرگز نہیں۔ جو شخص تیاری کیا کرتا ہے وہی موقع پر کامیاب ہوتا ہے اور جو شخص فصل بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ جو بوتا نہیں وہ کاٹتا بھی نہیں۔ پس اب وقت ہے کہ تم ہوشیار ہو جاؤ اور اب وقت ہے کہ تم دنیاداری کی روح کو بالکل کچل دو ورنہ تمہارا وہ دعویٰ جو بیعت کے وقت تم اپنے امام کے ہاتھ پر کرتے ہو کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے وہ ایک جھوٹ ہے، وہ ایک لاف ہے، وہ ایک بے دینی کا کلمہ ہے اور وہ تمہاری بے ایمانی پر دلالت کرتا ہے۔"

(الفضل 30/اپریل 1946ء)

1: ڈینیوب: (Danube) وسطی اور جنوب و مشرقی یورپ کا دریا۔ یہ 1750 میل لمبا ہے۔ والگا (وولگا) کے بعد یورپ کا سب سے بڑا دریا ہے۔ اس کے زرخیز میدان بہت سے حملہ آوروں کے لئے باعثِ کشش بنے۔ (اردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد 1 صفحہ 635 مطبوعہ لاہور 1987ء)

2: یورال: (Ural): روس کا 1574 میل لمبا دریا جو یورپ اور ایشیا کے درمیان رسمی جغرافیائی سرحد کا حصہ ہے۔ اس کا کچھ حصہ جہاز رانی کے قابل ہے۔

(اردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد 2 صفحہ 1905 مطبوعہ لاہور 1988ء)

3: کول تار: (Coaltar) تارکول